OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
http://sbbu.edu.pk/actaislamica

اسلامی تعلیمات کے تناظر میں نصابِ تعلیم کے مقاصد واہداف کا تحقیقی جائزہ

Aims and Objectives of Curriculum in the light of Islamic Teachings (A Research based study)

Dr.Gulzar Ali
Assistant Professor
Department of Islamic studies Abdul Wali Khan University Mardan
gulzar@awkum.edu.pk

Bakht Shaid
PhD Scholar
Department of Hadith & Its Sciences, International Islamic University, Islamabad
bakhtshaid@gmail.com

Abstract

Education plays a vital role in human progress and prosperity. There is no imagination of development without education. Islam emphases to get knowledge more than other religion. The first revelation of Quran ordered to read. Education is one of the basic objectives of prophecy. When our Prophet Muhammad established Islamic State in Medina, he also established a school for Muslims by the name of Al-Suffa.

In the educational system curriculum is the backbone of the system. Curriculum means all the activities within or out the school by the institution to achieve the specific aims. Objectives of curriculum include awareness of the coming offspring from their doctrines, awareness of fundamental problems solution, character building, patriotism, ability, and face of future challenges etc.

Key Words: *Education, Quran, Islamic State, curriculum*

CC BY

تمہید:

تعلیم کی اہمیت ہر قوم وملت کے نزدیک مسلم ہے، خصوصاً موجودہ دور میں تعلیم کی اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کیونکہ آج کی دنیا میں قوموں کی ترقی اور عروج میں تعلیم اور نصابِ تعلیم کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ دیگر ادیانِ عالم کے مقابلہ میں اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے علم وفن اور تعلیم وتعلّم کی اہمیت اور ضرورت پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ وحی مبارک کے سلسلہ کا آغاز نبی کریم ﷺ کو قراءت (پڑھنے) کا حکم کرنے والی آیات سے ہوا۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں تعلیم کو منصبِ نبوی قرار دے کر اور مختلف مقامات پر علم اور اہلِ علم کی فضیلت بیان کر کے مقامِ علم کو واضح کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی حصولِ علم کو ہر مرد وعورت کا فریضہ قرار دے کر اس کی عظمت بیان فرمائی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ تعلیم کے لئے نصاب از حد ضروری ہے کیونکہ نصابِ تعلیم کے بغیر تعلیم کی تکمیل ممکن نہیں ہے۔ تعلیمی نصاب کے کئی مقاصد واہداف ہوتے ہیں جنہیں پیشِ نظر رکھنا نصاب سازی کے عمل میں از حد ضروری ہے۔ معیاری نصابِ تعلیم وہ ہے جو قوموں کی فکری اور عملی تربیت، تہذیبِ اخلاق اور تعمیرِ سیرت میں کردار ادا کرے اور عصری تقاضوں ملی ضروریات سے ہم آہنگ ہو، تاکہ اس نصابِ تعلیم کو پڑھنے سے طلبہ کی ذہنی وفکری تربیت ہو سکے اور ان کی تخلیقی صلاحیتیں اجاگر ہو کر وہ ملک وملت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کا سبب بن سکیں۔

وطنِ عزیز پاکستان کو جن چیلنجز کا سامنا ہے ان میں صحیح خطوط پر نصابِ تعلیم کی تشکیل سرِ فہرست ہے۔ بد قسمتی سے ہمارا نصابِ تعلیم روزِ اول سے لے کر آج تک درست سمت میں تشکیل نہ پاسکا، اور نہ ہی اسلامی تعلیمات سے اس سلسلے میں صحیح راہنمائی حاصل کرنے کی سنجیدہ کوشش کی گئی ہے، اس حوالے سے جو کاوشیں کی جاتی ہیں وہ عموماً وقتی یا مصلحت کی بنیاد پر ہوتی ہیں، بلکہ بسا اوقات نصابِ تعلیم میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ کسی اسلامی مملکت کا تعلیمی نصاب نہیں ہے۔ حکومتِ وقت اور تعلیمی نظام سے وابستہ افراد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس حوالے سے سنجیدہ کوشش کریں، اور نصابِ تعلیم کو ایسے خطوط پر تشکیل دیں کہ نونہالانِ قوم اسلامی فکر وتربیت اور جدید پیشہ ورانہ صلاحیتوں سے لیس ہو کر عملی زندگی میں کارہائے

نمایاں انجام دے سکیں۔ اور ملک و ملت کی فکری، عملی، معاشی اور معاشرتی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

زیرِ نظر آرٹیکل میں اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تعلیمی نصاب کے مقاصد و اہداف اور اس ضمن میں خیبر پختونخوا کے سرکاری سکولوں میں رائج نصابِ تعلیم کا تنقیدی جائزہ بھی ہے۔

نصابِ تعلیم کا تعارف:

تعلیمی عمل بنیادی طور پر چار عناصر پر مشتمل ہے، مقاصدِ تعلیم، نصابِ تعلیم، طرقِ تدریس، اور جائزہ۔ ان میں اہم ترین جزء نصابِ تعلیم (Curriculum) ہے، کیونکہ افراد کی صلاحیتوں کی نشوونما اور معاشرتی ترقی میں نصابِ تعلیم بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اسی ہی کی بدولت قومی مقاصدِ تعلیم حاصل کرنے کی جانب پیش رفت ہوتی ہے، نصابِ تعلیم کی حیثیت منزل کے راستے جیسی ہے، جس پر چل کر ہی منزلِ مقصود تک رسائی ہو سکتی ہے۔

تعلیم لفظ "علم" سے ماخوذ ہے۔ اہل لغت نے لفظ علم کے بہت سے معانی بیان کیے ہیں۔ جن میں جاننا، سیکھنا، دریافت کرنا، یقین کرنا، معرفت حاصل کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ سید شریف نے علم کے کئی معانی ومفاہیم بیان کیے ہیں جن میں سے ایک معنی یہ ہے:

"العلم هو الاعتقاد الجازم المطابق للواقع"[1] "علم وہ پختہ یقین ہے جو واقع کے مطابق ہوتا ہے۔"

مشہور ماہر لغت لویس معلوف علم کے معنی سے متعلق رقم طراز ہیں: "العلم "مصدر، حقیقتِ شئ کا ادراک، یقین ومعرفت "[2]

علم کے معنی امام غزالی کے بقول: "العلم هو معرفة الشئی علی ماهو به"[3] کسی چیز کو جیسی وہ ہے، اسی طرح جاننا علم کہلاتا ہے۔

الکندی سے لے کر امام غزالیؒ تک علم کی پانچ سو سے زائد تعریفیں بیان کی گئی ہیں، جن کی رو سے احوال وافعال، اوصاف واصناف، زمان ومکان، روح وجسم، صنعت وحرفت اور جملہ مظاہرِ کائنات کی معرفت علم کے مفہوم میں شامل ہیں۔"[4]

نصاب:

ماہرینِ تعلیم نے نصاب کی مختلف تعریفیں کی ہیں، ذیل میں ان میں سے چند تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں:

الزبتھ ماشیا کا کہنا ہے کہ تدریسی مواد کو نصاب کہتے ہیں۔ جارج پائن نصاب کی تعریف یوں کرتے ہیں:

نصاب اساتذہ اور تعلیمی ادارے کے منتظمین کو میسر ان جملہ حالات اور مواقع کا نام ہے جن کے ذریعے تعلیمی ادارے میں آنے والوں کے کردار میں تبدیلیاں پیدا کی جاسکتی ہیں۔[5]

الغرض نصابِ تعلیم وہ تدریسی اور تربیتی محدودات (Outlines) ہوتی ہیں، جن کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے تعلیمی ادارے نئی نسل کو ذہنی، فکری، علمی اور عملی طور پر تیار کرتے ہیں۔ کسی بھی ریاست کا نصابِ تعلیم اس کی قومی تعلیمی پالیسی کا آئینہ دار ہوتا ہے، جس میں مستقبل کے اہداف کا تعین کیا جاتا ہے، اس لئے قومی اہداف کے پیشِ نظر نصابِ تعلیم میں بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مناسب تبدیلیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نصابِ تعلیم کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حقیقت میں نصابِ تعلیم کسی قوم کے فکری ارتقاء، اس کے علمی تجربوں، اس کے طریقِ فکر اور اس کی ذہنی صلاحیت کی ہانڈی کا سرجوش ہوا کرتا ہے۔ نصابِ تعلیم کسی قوم کے مطالعہ، اس کی فکری سطح اور اس کی ذہنی صلاحیت کا نقطہ عروج (Climax) ہوتا ہے۔۔۔۔ نصابِ تعلیم کچھ بے جوڑ چیزوں کے جمع کر دینے اور پڑھائی جانے والی چند کتابوں کے بے جان مجموعہ کا نام نہیں، نصابِ تعلیم کسی ملت یا کسی علمی گروہ کی اپنی ضروریات کے احساس، اپنے زمانے کے تقاضوں کے سمجھنے اور پچھلے تجربوں سے فائدہ اٹھانے کا ماحصل ہوتا ہے۔"[6]

نصابِ تعلیم کے مقاصد واہداف:

ملک وملت کی تعمیر وترقی اور جدید تقاضوں کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ نصابِ تعلیم قومی مزاج کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو اور اسلامی روح سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ عصرِ حاضر کی ضروریات و تقاضوں کو بھی جامع ہو، تاکہ اس کے مثبت معاشی و معاشرتی اثرات سے سماج بہرہ ور ہو سکے۔ اس لئے نصاب کے مقاصد و اہداف متعین اور واضح ہونے چاہئیں تاکہ ان مقاصد کو پیشِ نظر رکھ کر نصاب سازی کا عمل انجام پاسکے اور اس کے ثمرات سامنے آسکیں۔ ذیل میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نصابِ تعلیم کے چند اہم مقاصد و اہداف کو ذکر کیا جاتا ہے:

1۔بنیادی عقائد و نظریات کی تعلیم:

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تعلیمی نصاب کا بنیادی مقصد اسلامی عقائد و نظریات سے آگاہی ہے۔ قرآن کریم کی پہلی وحی سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کا اولین مقصد معرفتِ خداوندی ہے، جو تعلیمی نصاب و نظام اس مقصد سے خالی ہو وہ حقیقی جوہر سے خالی ہو گا، اور جو چیز مقصدیت اور حقیقی جوہر سے خالی ہو اس کی حیثیت اور

افادیت ختم ہو جاتی ہے، جیسا انسان اگر انسانیت سے خالی ہو تو وہ انسان کہلانے کا حقدار نہیں ہو گا، یہی حال تعلیمی نصاب کا ہے کہ اگر اس کے نتیجے میں معرفتِ الٰہی حاصل نہ ہو تو اسلامی نقطہ نظر سے وہ نہ صرف بے فائدہ اور لغو ہو گا بلکہ باعثِ وبال اور خسران بنے گا۔ قرآنی کریم کی پہلی وحی سورہ علق کی ابتدائی آیات میں نصابِ تعلیم کے مقاصد کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"لفظ " اقْرَأْ " اپنے اندر تعلیم کا وسیع پروگرام رکھتا ہے۔ اب تعلیم کی دو قسمیں ہیں یعنی ابتدائی اور ثانوی اسے پرائمری اور ہائی بھی کہہ سکتے ہیں۔ " اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ " میں اپنے رب کا نام لے کر پڑھنا ابتدائی تعلیم ہے۔ یہ اس تعلیم کا پہلا نصاب ہے۔

" الَّذِي خَلَقَ " میں اجمال تھا یعنی وہ رب جس نے پیدا کیا۔ آگے " خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ " میں تفصیل ہے۔۔۔ تو یہاں پر یہی تعلیم دی جا رہی ہے کہ ذرا غور کریں کہ جو ذات حق تعالیٰ انسان کو علق سے پیدا کر سکتی ہے حقیر اور ناقص چیز سے انسان جیسی اشرف المخلوقات ہستی کو پیدا کر سکتی ہے، وہ ذات امی اور ان پڑھ ہستی کو عالم بنا سکتی ہے اور بلند ترین مرتبے پر فائز کر سکتی ہے۔۔۔ تو گویا رب کا نام یاد کرنا ابتدائی تعلیم ہو گئی۔۔۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ثانوی یا ہائی تعلیم کا نمبر آتا ہے۔ یہ سلسلۂ تعلیم ہر دور اور ہر سلطنت میں رائج رہا ہے۔ یونانیوں اور دیگر اقوام میں بھی یہی طریقہ جاری تھا۔ ثانوی یا اعلیٰ تعلیم میں الٰہیات کی تعلیم ہے یا دوسرے فنون کی جو زیادہ کارآمد ہوتے ہیں اسی طرح ہر شعبے کی الگ الگ تعلیم ہوتی ہے۔ آج کل کی اعلیٰ تعلیم سے مراد ٹیکنالوجی یا دیگر فنون کی تعلیم ہے۔"[7]

اگر نصابِ تعلیم صحیح عقائد و نظریات پر مشتمل نہ ہو تو اس نصاب کے پڑھنے سے انسان اپنے مقصدِ حیات سے دور نکل جاتا ہے بلکہ اشرف المخلوقات کی فہرست سے نکل کر حیوانیت کے زمرے میں آ سکتا ہے۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"عقلاء کے نزدیک ایک جاہل انسان مردہ اور حیوان کہلا سکتا ہے تو احکم الحاکمین اور رب العالمین کے منکر کو کیوں مردہ اور حیوان نہیں کہا جا سکتا اور کیا وجہ ہے کہ جاہل کو مردہ اور حیوان کہنا تو خلافِ تہذیب نہ ہو اور خدا اور اس کے رسول کے منکر کو مردہ اور حیوان کہنا خلافِ تہذیب ہو جائے۔"[8]

اس لئے افرادِ معاشرہ کو بنیادی عقائد اور نظریات سے آگاہ کرنے اور انہیں سچا اور باعمل مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ نصابِ تعلیم ایسے خطوط پر تشکیل دیا جائے جس سے بچوں کو اپنے رب کی معرفت حاصل ہو، اور اس کے نتیجے میں وہ فکرِ آخرت، خشیتِ الٰہی، بنیادی اسلامی عقائد و نظریات کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو سکیں۔ اگر

تعلیمی نصاب میں دینی عقائد و نظریات شامل نہ ہوں اور تربیت و کردار سازی پیشِ نظر نہ ہو بلکہ تعلیم کا مقصد صرف عہدے اور مناصب قرار پائیں تو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تعلیم دینِ الٰہی سے منہ موڑنے اور دنیا ہی کو مقصدِ حیات بنانے کا باعث نہ بنے، جو قرآن کریم کی رو سے مذموم اور قابلِ اعراض عمل ہے، قرآن کریم میں ایسے لوگوں سے دور رہنے کا حکم دیتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ﴾[9]

"آپ اس سے منہ موڑ لیجئے جس نے ہماری یاد سے منہ موڑا اور صرف دنیوی زندگی چاہی، یہی ان کے علم کی انتہا ہے۔"

تعلیمی نصاب میں دینی علوم کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے مولانا ادریس کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"مسلمان کا مسلمان ہونے کی حیثیت سے علم دین مقصود اول ہے اور علم دنیا مقصود ثانوی کے درجہ میں ہے۔"[10]

اسلامی عقائد کی بقدرِ ضرورت تعلیم انتہائی ناگزیر ہے جو ہر شہری کے لئے فرضِ عین کا درجہ رکھتا ہے۔[11]

مملکتِ خداداد پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے، جس کا وجود ہی اسلامی نظریے کا مرہونِ منت ہے، چنانچہ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ پاکستان بنتے وقت جو نعرہ سب سے زیادہ مشہور ہوا وہ یہ تھا: "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ"

لہٰذا ایک نظریاتی اور اسلامی ریاست ہونے کے ناطے پاکستان کا نصابِ تعلیم ایسا ہونا ضروری ہے جو طلبہ میں فنی مہارتوں کے ساتھ انہیں صحیح اسلامی عقائد و نظریات سے آگاہی فراہم کرے، اور ان کے اندر دینی حمیت اجاگر کرے، اگر نصابِ تعلیم فکری تربیت اور نظریاتی اساسوں کی فراہمی کے لئے ناکافی ہو تو وہ کسی نظریاتی ملک کا نصاب کہلانے کا حقدار نہیں ہوتا۔

2۔بنیادی شرعی احکام سے آگاہی:

نصابِ تعلیم کے مقاصد میں یہ شامل ہے کہ اس کے نتیجے میں بنیادی اور ضروری مسائلِ شریعت سے واقفیت حاصل ہو، کیونکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر مسلمان پر بنیادی شرعی مسائل کا سیکھنا لازم اور ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

«طلب العلم فريضة على كل مسلم»[12]

علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

علماءِ اسلام نے نصاب اور مقاصد کے اعتبار سے علم کو مختلف درجات میں تقسیم کیا ہے، چنانچہ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر ما يحتاج لدينه. وفرض كفاية، وهو ما زاد عليه لنفع غيره. ومندوبا، وهو التبحر في الفقه وعلم القلب. وحراما، وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجيم - - - ومكروها وهو أشعار المولدين من الغزل والبطالة، ومباحا كأشعارهم التي لا يستخف فيها كذا في فوائد شتى من الأشباه والنظائر."[13]

دین پر عمل کرنے کے لئے جتنے علم کی ضرورت پڑتی ہے اس کا سیکھنا فرضِ عین ہے، اس سے زیادہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے سیکھنا فرضِ کفایہ ہے، اور فقہ اور قلبی علوم (اصلاحِ باطن اور اخلاق کے لئے کار آمد علوم) میں مہارت حاصل کرنا مستحب اور بہتر ہے۔ باطل فلسفیانہ علوم، سحر اور جادو کے متعلق علوم اور علمِ نجوم کا سیکھنا حرام ہے۔ غزل اور عشقیہ اشعار کا حصول مکروہ ہے، ایسے اشعار جن میں کسی کی توہین و تذلیل نہ ہو ان کا سیکھنا مباح ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ بنیادی دینی احکام جن سے واسطہ پڑتا ہے ان کا سیکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری اور فرضِ عین ہے، اور اسلامی مملکت کے بنیادی نصاب میں ان علوم کا شامل ہونا ضروری ہے تاکہ تعلیمی نصاب کو پڑھنے والے طلباء اس سے روشناس ہو سکیں، کیونکہ نصاب کا مقصد ہی افرادِ معاشرہ کی دینی و دنیوی ضروریات کی تکمیل ہے، اس کے علاوہ ایسے علوم جو معاشرہ اور ملک و ملت کی ضرورت میں داخل ہوں ان کا نصاب میں ہونا بھی ضروری ہے تاکہ معیاری اور بامعنٰی نصابِ تعلیم تشکیل پائے، جبکہ لایعنی اور ایسے علوم جو دینی و دنیوی اعتبار سے مفید نہ ہوں ان کا پڑھنا پڑھانا اور نصابِ تعلیم میں شامل کرنا ممنوع اور ضیاعِ وقت ہے، جیسا کہ آج کل بعض سکولوں میں موسیقی وغیرہ بے ہودہ اور لایعنی کاموں کی تعلیم دی جاتی ہے، اس طرح کی چیزیں شرعی اعتبار سے بھی ناجائز و ممنوع ہیں جبکہ معاشرے پر بھی ان کے زہریلے اثرات پڑتے ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ بنیادی تعلیمی نصاب کے مقاصد اور خدوخال کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر پرائمری سطح پر نصابِ تعلیم کی تدوین میں مذکورہ بالا چار عناصر (اسلامی عقائد کی بہ قدرِ ضرورت تعلیم، بنیادی اسلامی احکام کا علم، بنیادی اور ضروری معاشرتی احکام اور حقوق و فرائض سے واقفیت، اپنے پیشے اور معاشی معاملات کا ضروری اور بنیادی علم) کو بہ قدرِ ضرورت سمو دیا جائے تو نہ صرف تعلیم کی افادیت میں بہت اضافہ کیا جا سکے گا بلکہ تعلیم کی بے مصرفی کا تاثر بھی زائل کیا جا سکے گا اور ابتدائی تعلیم کی اسلامی تشکیل کے ایک اہم مقصد کی بھی تکمیل ہو سکے گی۔"[14]

مشہور مسلم مفکر اور ماہرِ تعلیم امام غزالیؒ نے علم کے بنیادی طور پر دو درجے بنائے ہیں ایک کو علمِ محمود اور دوسرے کو علمِ مذموم کا نام دیا ہے۔اور علمِ محمود کی دو قسمیں فرضِ عین اور فرضِ کفایہ بیان کی ہیں۔ ساتھ ہی امام غزالیؒ نے فرضِ عین علم سیکھنے کے تدریجی مراحل کا بھی نہایت عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔آپؒ کے ذکر کردہ تفاصیل کی روشنی میں نصابِ تعلیم میں فرضِ عین علوم شامل کرنے کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ ابتدائی کلاسوں کے نصاب میں کلمہ شہادت اور بنیادی ایمانیات کا بیان ہو، اس کے بعد تدریجاً تفصیل کی طرف جایا جائے، چنانچہ ایمانیات کے بعد نماز کے احکام، پھر روزے کے مسائل، اور بعد میں حج اور زکوٰۃ کے اجمالی احکام کا بیان ہو اور ساتھ ہی اخلاقِ حسنہ اور عمومی منہیات کی بحث بھی ہو، اس طرح طلباء کو فرضِ عین علم حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں رہے گی۔اور تعلیم کے نتیجے میں ترقی یافتہ اور باشعور معاشرہ وجود میں آسکے گا، نیز امتِ مسلمہ کی نئی نسل دینِ الٰہی کے قریب ہوگی اور مستقبل کے چیلنجز کا مقابلہ کر سکے گی۔[15]

3۔افرادِ معاشرہ کی تربیت و کردار سازی

تعلیمی نصاب کے بنیادی اہداف میں یہ امر شامل ہے کہ وہ افرادِ معاشرہ کی تربیت اور کردار سازی میں کلیدی کردار ادا کرے، تعلیمی نصاب ایسے مضامین پر مشتمل ہو جن سے افرادِ معاشرہ کی ذہنی و فکری تربیت ہو سکے، اور وہ ملک و قوم کے لئے مفید و کارآمد بن سکیں، کیونکہ معاشرے کی اصلاح اور ترقی کا دارومدار اس پر موقوف ہے کہ اس کے افراد بااخلاق و باکردار ہوں، اور افرادِ معاشرہ کی اخلاقی تربیت کے لئے ضروری ہے کہ نصابِ تعلیم میں حسنِ خلق کی ضرورت و اہمیت اور تعمیرِ سیرت پر مشتمل مواد موجود ہو، ساتھ ہی نصاب پڑھانے والے اساتذہ خود بھی بااخلاق اور اعلیٰ سیرت و کردار کے حامل ہوں۔رسول اللہ ﷺ کے جو فرائضِ منصبی قرآن کریم نے بیان کئے ان میں ایک تزکیہ بھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾[16]

"وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور ان کا تزکیہ کرتا ہے، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

آپ ﷺ نے اس کا عملی نمونہ بن کر اپنے شاگردوں کی اخلاقی تربیت فرمائی، اور انہیں سیرت و کردار کے ایسے اونچے مقام تک لے گئے کہ وہ بنی نوع انسانوں کے لئے نمونہ بن گئے۔[17] رسول اللہ ﷺ نے اخلاقیات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق »[18]

"یقیناً مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔"

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اچھے اخلاق کو افضیلت کا معیار قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"إن من خياركم أحسنكم أخلاقا"[19]

"تم میں بہترین وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔"

ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے تربیت اور کردار سازی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه[20]

"جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کو چاہئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کی صحیح تربیت کرے۔"

اسلامی نقطہ نظر سے تربیت کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بچپن ہی سے اس کی طرف توجہ دینے کا ارشاد فرمایا۔ کیونکہ حقیقی معنٰی میں ترقی یافتہ اور پرسکون معاشرہ اس وقت وجود میں آتا ہے جب وہاں کے افراد کی تربیت و کردار سازی پر شروع ہی سے پوری توجہ دی گئی ہو۔ لہٰذا ملکی و ملی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ تعلیمی نصاب بنیاد ہی سے ایسے خطوط پر تشکیل دیا جائے جس کے پڑھنے والے اچھے اخلاق کے خوگر بنیں، ان میں تواضع، انکساری، اخلاص، تقویٰ اور پرہیزگاری ہو، اور ان صفاتِ حسنہ سے لیس ہو کر وہ ملک و ملت کی ترقی میں حقیقی کردار ادا کر سکیں۔

عصرِ حاضر میں ہمارے معاشرے کا سنگین مسئلہ تربیت کا فقدان ہے جس کی وجہ سے رشوت، کرپشن، سود، ناانصافی، ظلم اور بددیانتی کا بازار گرم ہے، جس کے نتیجے میں ملکی بنیادیں کھوکھلی ہو رہی ہیں، کیونکہ کرپشن، ظلم اور ناانصافیاں ہی قوموں کے زوال کا سبب بنا کرتی ہیں، یہ بھی حقیقت ہے کہ ان اخلاقِ ذمیمہ والے لوگوں میں اکثریت ایسوں کی ہے جو اعلیٰ تعلیمی ڈگریوں کے حامل ہیں، مگر رسمی تعلیم کے باوجود وہ خیانت اور مظالم کا ارتکاب کرتے ہیں، جس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ تعلیم کے ساتھ ان کی صحیح تربیت نہیں ہوئی، اگر اعلیٰ عہدوں اور مناصب پر فائز افراد کی صحیح تربیت ہوتی اور یہ بات ان کے ذہنوں میں راسخ کی جاتی کہ رشوت جہنم لے جانے والا عمل ہے، سودی نظام ملک و ملت کو تباہی کی جانب لے کر جائے گا، ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا باعث ہو گا، تو یقیناً یہ لوگ ملک و ملت کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کرتے اور بددیانتی کے مرتکب ہو کر دینی و دنیوی نقصان نہ کرتے۔

رسول اکرم ﷺ دینِ اسلام کی اولین درسگاہ "صفہ" میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تعلیمِ قرآن و سنت کے زیور سے آراستہ بھی فرماتے اور سیرتِ حسنہ و زیورِ اخلاق سے بھی انہیں سجاتے۔ یہی وجہ

ہے کہ "صفہ" میں زیرِ تعلیم تمام حضرات پیکرِ جود و سخا اور اخلاقِ عالیہ سے متصف تھے، وہ جھوٹ، دغا بازی، فریب، خیانت اور بد دیانتی سے کوسوں دور تھے، چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ بے سر و سامانی کے عالم میں مدینہ منورہ میں جس ریاست کی بنیاد رکھی گئی تھی اس نے نہایت قلیل عرصے میں دنیا کے بڑے بڑے متکبروں کا غرور خاک میں ملا دیا، اور رہتی دنیا تک کے لئے وہ مثالی ریاست قرار پائی، کیونکہ اس کے نظامِ ریاست سے وابستہ حضرات تعلیم کے ساتھ زیورِ تربیت واخلاق حسنہ سے بھی آراستہ تھے۔

اگر نصابِ تعلیم اخلاقی اقدار کی اہمیت، افراد کی ذہنی وفکری کردار سازی وتربیت کو جامع نہ ہو تو اس نصاب کو پڑھنے والے افراد معاشرے کی تعمیر و ترقی کا باعث بننے کی بجائے معاشرے کے لئے پریشانی کا سبب بنتے ہیں، کیونکہ جو لوگ تعلیمی ڈگری حاصل کر چکے ہوں مگر اخلاقی گراوٹ کے شکار ہوں وہ نہ تعلیم یافتہ کہلانے کے حقدار ہیں اور نہ ہی معاشرے کے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں، عہدِ حاضر میں تعلیمِ اخلاقیات کے خوشنما نعرے تو سننے کو ملتے ہیں لیکن حقیقت میں ہمارے تعلیمی ادارے خود اس حوالے سے بحران کے شکار نظر آتے ہیں، چنانچہ کبھی تعلیمی اداروں میں شاگرد اپنے اساتذہ کے خلاف ہڑتالیں کرتے ہیں تو کبھی اپنے اساتذہ کے ساتھ دست و گریبان نظر آتے ہیں۔ نیز تربیت کی کمی کے نتیجے میں ڈگری یافتہ لوگ معاشرے کے لئے مفید بننے کے بجائے معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ ہماری تعلیمی زبوں حالی اور نصاب و نظام کے ناقص ہونے کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"آج واقعہ یہ ہے کہ ہماری بے مقصد اور بے جہت تعلیم کے نتیجے میں قوم کے ڈگری یافتہ نوجوانوں کی بے کاری اور بے مصرفی میں روز بہ روز جو اضافہ ہو رہا ہے اس سے بے شمار معاشرتی، اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی قباحتیں پیدا ہو رہی ہیں۔"[21]

رسول اکرم ﷺ کے مثالی تعلیمی و تربیتی اقدامات کے نتیجے میں عرب کے بگڑے ہوئے معاشرے میں ایسا انقلاب برپا ہوا کہ وہاں کے رہنے والے مہذب اور متمدن قوم بن کر دنیا کے سامنے آگئے، اور مدینہ منورہ کا اسلامی معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن کر وجود میں آیا۔ مولانا سید ابوالحسن ندویؒ تعلیمی نظام میں کردار سازی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نظامِ تعلیم کے سامنے اچھے انسان پیدا کرنے، فرشتہ صفت انسان، سچے محب وطن انسان اور صاحبِ ضمیر و صاحبِ اصول انسان پیدا کرنے کے سوا کوئی اور مقصد نہ ہونا چاہئے۔"[22]

4۔ فکری و تہذیبی غلامی سے نجات:

تعلیمی نصاب کے اہداف میں یہ امر شامل ہے کہ اس کے نتیجے میں نئی نسل میں ذہنی و فکری آزادی پیدا ہو اور وہ حریتِ فکر و سلامتی طبع کے ساتھ مستقبل کے اہداف کے حصول کے لئے تیار ہوں۔ انسان فطری طور پر آزاد ہے اور اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ انسانوں کی فطری تقاضوں کا نہ صرف خیال رکھتا ہے، بلکہ ان کی تکمیل کی راہیں بھی ہموار کرتا ہے۔ اس لئے اسلام بھی ملتِ اسلامیہ کو فکری حریت و آزادی کا درس دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے امتِ مسلمہ میں فکری آزادی کی روح پھونکی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی تہذیب و ثقافت اپنانے اور غیروں کے طور طریقوں سے اجتناب کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ ﷺ دس محرم کو روزہ رکھا کرتے تھے مگر جب معلوم ہوا کہ اس روز یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے اس کے ساتھ مزید ایک دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

«صوموا يوم عاشوراء , وخالفوا اليهود , صوموا قبله يوما , أو بعده يوما»[23]

"عاشوراء کا روزہ رکھو، اور یہود کی مخالفت کرو، چنانچہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔"

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے لئے غیر مسلموں کے مذہبی شعار اور مذہبی کاموں میں مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن ہماری شامتِ اعمال دیکھئے کہ ہم نے اپنا سن، اپنی تاریخ، اپنی سالِ نو کی خوشیاں تک بھلا دیں، اپنی جنتری، اپنا کیلنڈر سب کچھ دوسری قوموں کو دے دیا اور اب تو قومی زبان کا جنازہ بھی نکالا جا رہا ہے۔۔۔۔ ہمارے بالا طبقات غیروں کی غلامی کرتے ہوئے ہمارے اوپر یہ لعنت مسلط کر رہے ہیں۔"[24]

تعلیمی نصاب کی پائیداری اور جامعیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ امتِ مسلمہ میں نئی روح پھونکنے اور مسلمانوں کو ذہنی و فکری غلامی سے نجات دلا کر اپنی شاندار ماضی سے جوڑنے اور تابناک مستقبل کے لئے تیار کرنے میں کردار ادا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے اقدار و روایات کی پاسداری کرنے اور غیروں کی نقالی سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے کیونکہ دیگر اقوام کی پیروی در حقیقت ذہنی غلامی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

« من تشبه بقوم فهو منهم »[25]

جو شخص جن لوگوں کی مشابہت اختیار کرے اس کا شمار ان ہی میں سے ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ہر موقع پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ تربیت فرمائی ہے کہ ان کے ذہنوں سے غیروں کی تہذیب و ثقافت اور اطوار و عادات کی عظمت و اہمیت ختم ہو کر اسلامی اقدار و روایات راسخ ہوں۔

اور ان کے اندر جذبہ حریت پیدا ہو۔ غیروں کے اطوار و عادات سے بچنے اور فکری آزادی کے حوالے سے آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نہایت اہمیت کا حامل ہے:

«فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس »[26]

"ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ پہننا ہے۔"

مشرکین عمامے کے نیچے ٹوپیاں نہیں رکھتے تھے، مسلمانوں کو ان کے طرزِ عمل سے بچنے کے لئے کہا گیا کہ تم ٹوپی پر عمامہ پہنا کرو۔ لہٰذا بلا کسی وجہ کسی دوسری قوم کی مشابہت اختیار کرنا اچھا نہیں ہے۔ آدمی اس سے جتنا بچے بہتر ہے، اس لئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے کہ دوسری قوموں کی مشابہت پیدا نہ ہو۔[27]

تاریخ گواہ ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی کے منازل طے نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے افراد میں حریتِ فکر اور ذہنی آزادی نہ ہو اور قوموں میں فکری آزادی اور حریت کا جذبہ پیدا کرنے میں قومی نصابِ تعلیم بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"دوسرا سب سے اہم اور فوری کام یہ ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کے لئے بالخصوص اور دیگر عام لوگوں کے لئے بالعموم ایسا دینی ادب تیار کیا جائے جو نئے شبہات کا جواب دے، نئے اجنبی اور نامانوس ماحول میں اسلام پر کاربند رہنے اور اسلام سے وابستگی پر فخر محسوس کرنے میں مدد دے اور وہ ترغیب و تحریک پیدا کرے جو مغرب کی فکری اور تہذیبی غلامی سے امت کو نجات دلانے کے لئے ناگزیر ہے۔"[28]

5۔ اخوت اور بھائی چارے کا فروغ

نصابِ تعلیم کے اہداف میں یہ امر شامل ہے کہ وہ امتِ مسلمہ میں اخوت اور بھائی چارے کو فروغ دے، تاکہ مسلمان باہمی افتراق و انتشار سے بچتے ہوئے اتحاد و اتفاق کے ساتھ ترقی کے منازل طے کر سکیں۔ قرآن کریم نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا ہے،[29] اور رسول اللہ ﷺ نے پوری امتِ مسلمہ کو جسدِ واحد قرار دیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتكى منه عضوٌ تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى[30]

"مسلمانوں کی مثال باہمی الفت، شفقت اور رحم دلی میں ایک جسم کی طرح ہے، چنانچہ جب جسم کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا اور شب بیدار رہتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد مہاجرین کے مالی تعاون اور ان کی ضروریاتِ زندگی کی کفالت کے لئے مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان باقاعدہ مواخات کا معاہدہ کرایا، جس کی رو سے مہاجر اور انصاری بھائی بھائی بن گئے اور انصار نے اپنے مال و جائیداد میں مہاجرین کو اپنے ساتھ شریک کیا۔[31]

آج امتِ مسلمہ جن گوناگوں مسائل ومشکلات سے دوچار ہے ان میں ایک بنیادی مسئلہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات وانتشار کا ہے، فرقوں، گروہوں اور طبقاتی تقسیم کے نتیجے میں امتِ مسلمہ کا شیرازہ بکھر چکا ہے، بلکہ باہمی اختلاف کے سبب یہ مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں کہ مسلم ممالک آپس میں دست و گریبان ہوتے ہیں۔ ان حالات سے نکلنے اور امتِ مسلمہ کو دنیا کے سامنے ایک مضبوط قوت بننے کے لئے ضروری ہے کہ تعلیمی نصاب امتِ مسلمہ کی وحدت، یگانگت اور اخوت پر مشتمل ہو، جس سے تعلیم یافتہ طبقے مسلکی و طبقاتی تعصب سے نکل کر وحدت کی راہ پر گامزن ہوں تاکہ وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو امتِ واحدہ بنانے میں عملی کردار ادا کر سکیں۔

6۔ جذبہ حب الوطنی کی آبیاری

ملک اور ملت کی محبت اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے، رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے تو مکہ مکرمہ کی جانب حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما بخار میں مبتلا ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخار کی حالت میں یہ اشعار کہتے:

كل امرئ مصبح في أهله ... والموت أدنى من شراك نعله

ہر شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ صبح کرتا ہے جبکہ موت جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کچھ افاقہ ہو جاتا تو آپ اپنے وطن اصلی مکہ مکرمہ کی یاد میں بلند آواز سے یہ اشعار کہتے:

ألا ليت شعري هل أبيتن ليلة ... بواد وحولي إذخر وجليل

وهل أردن يوما مياه مجنة ... وهل يبدون لي شامة وطفيل

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا میں ایک رات مکہ کی وادی میں گزار لوں گا، جبکہ میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل نامی گھاس ہوں۔

کاش ایک دن میں مجنہ کے پانی کے پاس پہنچتا، اور کاش میں شامہ اور طفیل پہاڑوں کو دیکھ سکتا۔
جب اس طرح کے واقعات پیش آئے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

«اللهم حبب إلينا المدينة كحبنا مكة أو أشد»[32]

اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ منورہ کی محبت اسی طرح ڈال دے جس طرح مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے وطن سے محبت اسلام کو مطلوب ہے جبھی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے دلوں میں مدینہ منورہ کی محبت پیدا فرما۔ اور جب وطن کی محبت شرعاً محمود ہے اور وطن کی بقاء و سلامتی اور ترقی وخوشحالی حب الوطنی کے بغیر ممکن نہیں تو تعلیمی نصاب میں ایسے مواد اور مضامین کا ہونا ضروری ہے جو طلبہ میں جذبہ حب الوطنی اور حبِ ایمانی پیدا کر سکیں، تاکہ نصاب پڑھنے والوں کے دل ملک وملت کی محبت سے لبریز ہوں اور وہ ملکی وملی مفادات کو اپنے ذاتی مفادات واغراض پر مقدم رکھتے ہوئے ملک وملت کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوں۔

7۔ جدید علوم وفنون سے آگاہی اور مستقبل کے چیلنجز سے نمٹنے کی تیاری

معیاری تعلیمی نصاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کیونکہ تعلیمی نصاب کے اہداف میں یہ امر شامل ہے کہ اس میں زمانے کے تقاضوں کا ادراک ہو اور رائج الوقت مفید علوم اس سے حاصل ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جس طرح قرآن وسنت کی تعلیم دی ساتھ ہی انہیں اس زمانے کے مفید علوم سے بھی روشناس کرایا۔ چنانچہ اس وقت کی جنگی اور دفاعی مہارتوں میں نیزہ بازی اور تیر اندازی شامل تھی، جس کو رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو باقاعدہ اپنانے کا حکم دیا۔ اسی طرح جنگ میں گھوڑے کا بنیادی کردار ہوا کرتا تھا اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے گھوڑا پالنے کی ترغیب دی۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

«كل شيء ليس فيه ذكر الله فهو لهو ولعب إلا أربع، ملاعبة الرجل امرأته، وتأديب الرجل فرسه، ومشيه بين الغرضين، وتعليم الرجل السباحة»[33]

"ہر وہ کام جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو وہ لہو ولعب ہے مگر چار چیزیں ایسی نہیں ہیں، مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت، آدمی کا اپنے گھوڑے کو سدھارنا، جسمانی ورزش کرنا اور تیر اندازی سیکھنا۔"

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کتابت اور تحریر جاننے والے کم ہی لوگ تھے، آپ ﷺ نے وحی اور مختلف لوگوں کو خطوط لکھنے کے لئے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس پر مامور فرمایا تھا۔ جن میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نامِ نامی بھی شامل ہے، آپ کے بارے میں آتا ہے:

"وكان زيد بن ثابت يكتب إلي الملوك مع ماكان يكتبه من الوحي"[34]

"حضرت زید بن ثابت بادشاہوں کی طرف خطوط لکھنے کے ساتھ ساتھ وحی بھی لکھتے تھے"

تحریر کے علاوہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترجمانی کے فرائض بھی انجام دیا کرتے تھے، اس مقصد کی خاطر آپ نے نصف مہینہ میں ہی یہودی زبان و تحریر میں اتنی مہارت حاصل کرلی تھی کہ یہود کی طرف سے جو خطوط آتے، آپ ان کے سامنے ہی پڑھتے۔ حضرت زید ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ یہود کی زبان سیکھو چنانچہ میں نے پندرہ دن میں ان کی زبان سیکھ لی۔"[35]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے تعلیمی نصاب کے لئے ضروری ہے کہ اس میں جامعیت ہو اور عصری تقاضوں وضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اگر نصاب عصری تقاضوں کی تکمیل کا سامان فراہم نہ کرتا ہو تو یہ اپنے اہداف کو پورا کرنے میں ناکام شمار ہوگا اور اس پر از سرِ نو نظر کی ضرورت ہوگی، ورنہ قومی تعمیر و ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ﴾[36]

"(اور اے مسلمانو!) کفار کے مقابلے کے لئے جو قوت اور طاقت تم سے بن پڑے وہ مہیا کرو۔ اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے (تیار رکھو)، تاکہ تم اپنی دھاک بٹھا سکو، اس (سامان حرب وضرب) کے ذریعے (ان ابناء کفر و باطل) پر جو کہ دشمن ہیں اللہ کے، اور دشمن ہیں تمہارے، اور ان کے علاوہ ان دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے، مگر اللہ جانتا ہے ان سب کو۔"

اس آیت سے مقصود مسلمانوں کو یہ حکم دینا ہے کہ تم دشمنوں کے مقابلہ کے لئے سامانِ جنگ تیار کرو، جس قدر اور طاقت تم فراہم کر سکتے ہو اس میں کسر نہ چھوڑو۔ اور ظاہر ہے کہ ہر زمانہ میں سامانِ جنگ بدلتا رہتا ہے پہلے زمانے میں تیر و تلوار تھے اور اس زمانے میں توپ و بندوق اور ایٹم و میزائل ہیں، یہ سب سامانِ جہاد ہے۔ اور اسی طرح آئندہ جو اسلحہ اور آلاتِ حرب وضرب تیار ہوں گے، وہ سب اس آیت کے عموم اور مفہوم میں داخل ہوں گے اور عین منشأ قرآنی ہوں گے، لہٰذا اس آیت کی رو سے مسلمان حکومتوں پر جدید اسلحہ کی تیاری اور ان کے

کارخانے کا قائم کرنا فرض ہوگا۔ اس لئے آیت میں قیامت تک کے لئے ہر مکان وزمان کے مناسب قوت و طاقت کی فراہمی کا حکم دیا گیا ہے جس طرح کافروں نے تباہ کن ہتھیار تیار کئے ہیں ہم پر بھی اسی قسم کے تباہ کن ہتھیاروں کا تیار کرنا فرض ہوگا۔ تاکہ کفر وشرک کا مقابلہ کر سکیں۔[37]

مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ جدید علوم، سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کریں، جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ نصابِ تعلیم جدید تقاضوں اور ضروریات کو سامنے رکھ کر تشکیل دیا جائے کیونکہ جب تک جدید علوم و فنون، سائنس، ٹیکنالوجی اور میڈیکل کی جدید تحقیقات نصاب کا حصہ نہ ہوں اس وقت تک نئے زمانے کی ضروریات پوری نہیں ہو سکتی، جبکہ اسلامی تعلیمات کا منشا یہ ہے کہ امتِ مسلمہ ہر زمانے اور ہر قسم کے حالات میں زندہ وجاوید قوم کی طرح زندگی بسر کریں، اور اپنی علمی و تحقیقی بالادستی قائم رکھے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"خالص دینی علوم کے علاوہ حضور ﷺ نے اپنے زمانے کے رائج الوقت مفید علوم کے سیکھنے کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ خود اس کا اہتمام فرمایا۔ حضور ﷺ کا حکم تھا کہ نشانے بازی، تیراکی، حساب، علمِ میراث، طب، علم الہیئت، فلکیات، علمِ انساب اور علمِ تجوید کی تعلیم ضروری دی جائے۔ نشانے بازی کے مقابلے خود حضور ﷺ اپنی نگرانی میں کرایا کرتے تھے، ہدایت تھی کہ اپنے بچوں کو تیرنا اور نشانے بازی ضرور سکھاو۔"[38]

ایک اور مقام پر آپؒ فرماتے ہیں:

دوسرا درجہ فرضِ کفایہ کا ہے جس میں فقہائے اسلام نے سائنس، فنی مہارتوں، طب اور انجینئرنگ جیسے علوم کو شامل کیا ہے، جن کا حصول پوری امتِ مسلمہ کی اجتماعی ذمے داری ہے۔[39]

خلاصہ بحث

1۔ اسلام نے تعلیم پر خصوصی توجہ دے کر پہلی وحی میں ہی اس کا حکم دیا ہے، اور تعلیمی نظام و نصاب کے حوالے سے بیش قیمت راہنما اصول فراہم کئے ہیں۔

2۔ نصابِ تعلیم کسی قوم کے فکری ارتقاء، اس کے علمی تجربوں، اس کے طریقِ فکر اور اس کی ذہنی صلاحیت کا عکاس ہوتا ہے اور قوموں کی ترقی اور عروج میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

3۔اسلامی نقطہ نظر سے نصابِ تعلیم جامع اور مکمل ہونا چاہیئے، جس میں دینی ضروریات کا بھی احاطہ ہو اور دنیوی تقاضوں کو بھی مدِ نظر رکھا گیا ہو۔

4۔ پرائمری نصاب میں بنیادی عقائد و احکام شامل ہونے چاہیئں جبکہ اس کے بعد تدریجاً مزید دینی علوم بھی نصاب کا حصہ ہونے چاہیئں۔

5۔ عصرِ حاضر کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نصابِ تعلیم میں جدید سائنس و ٹیکنالوجی اور علوم و فنون کو شامل کرنا ضروری ہے۔

7۔اسلامی تعلیمات اور جدید تحقیقات کی روشنی میں مادری زبان میں تعلیم زیادہ مفید اور موثر ہوتا ہے جبکہ دوسری زبانوں میں تعلیم کے نتیجے میں بچے اکتاہٹ کے بھی شکار ہوتے ہیں اور ان میں احساسِ کمتری بھی پیدا ہوتا ہے۔

تجاویز و سفارشات

1۔نصابِ تعلیم کو ایسے خطوط پر استوار کیا جائے جو افرادِ معاشرہ کی دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے تعمیر و تشکیل کرے۔

2۔ نصابِ تعلیم میں تربیت اور کردار سازی پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ صالح و پرامن معاشرے کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔

3۔ نئی نسل میں ذہنی و فکری آزادی کی ابیاری کے لئے ضروری ہے کہ ملکی و ملی مسائل و ضروریات و مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے آزادی کے ساتھ نصابِ تعلیم تشکیل دیا جائے اور اس میں ایسے مضامین شامل کئے جائیں جن سے نسلِ نو میں حریتِ فکر پیدا ہو سکے۔

4۔انتہا پسندی اور ملک دشمنی کے رجحانات کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ملک و ملت سے محبت پیدا کرنے اور ملک کی قدر و منزلت میں اضافہ کرنے والے اسباق تعلیمی نصاب میں شامل کئے جائیں۔

5۔ ابتدائی تعلیمی نصاب مادری زبان میں ہو اور اس کے بعد ثانوی نصاب قومی زبان میں، تاکہ طلباء کے اندر احساسِ محرومی اور غلامی کے جذبات جنم نہ لیں۔

6۔ طلبہ کی ذہنی سطح کی رعایت رکھتے ہوئے نصابِ تعلیم تشکیل دیا جائے، اور ایسے مضامین و اسباق نصاب میں شامل نہ کئے جائیں جو طلبہ کے ذہنی مستوی سے زیادہ ہوں۔

7۔ تعلیمی طبقاتیت کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم ابتدائی تعلیم سے لے کر دسویں جماعت تک پورے ملک میں ایک نصابِ تعلیم رائج ہو، اس کے بعد مختلف میدان ہوں جن میں ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق انتخاب کرے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1 سید شریف جرجانی، التعریفات، المکتبۃ الحمادیہ، کراچی، 1993م، ص135۔

Sayed Sharif Jurjani, Al_Tarifat, (Karachi: almaktabat ul Hammadia, 1993), P: 135

2 لویس معلوف، المنجد، دارالاشاعت، کراچی، 1960م، ص836۔

Loyes Maloof, Al-Munjid, (Karachi: Dar ul Ishaat, 1960) P: 836

3 الغزالی، ابو حامد، محمد بن احمد، (م505ھ)، احیاء علوم الدین، نورانی کتب خانہ، پشاور، 1991م، 41/1۔

Al-Ghazali, Abu Hamid, Muhammad bin Ahmad, Ihaya e Uloom ud din, Noorani Kutub khana, Peshawar, 1991, 1:41

4 سید مسعود احمد، قرآن کا تصور علم، مشمولہ، تعمیر افکار، قرآن نمبر، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، شمارہ 100، ج11، مئی تا جولائی، 2010م، 381/1۔

Sayed Masood Ahmad, Quran ka tasawar e ilm, included: Tameer e Afkar no, Zawwar academy publicatioons, Karachi, serial no: 100, volume no: 11, May 2010, 1:381

5 https://hamariweb.com/articles/102359

6 مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، نظامِ تعلیم، مغربی رجحانات اور اس میں تبدیلی کی ضرورت، سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی، ط:1، 1433ھ، ص:82

Mawlana Abul Hasan Ali Nadvi, Nizam e taleem, maghribi rujhanat aur is me tabdili ki zaroorat, Sayed Ahmad Shaheed academy, RaeBareli, 1433 AH, p: 82

7 مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، معالم العرفان، (تیرھواں ایڈیشن)، ج20، ص384، 385

Mawlana Sufi Abdul Hamid Swati, Maalim ul Irfan, 20: 384,384

8 مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، احسن التفہیم لمسئلۃ التعلیم، بیت الحکمت، کراچی، 1995ء، ص:20

Mawlana Muhammad Idrees Kandehlavi, Ahsan ul Tafheem li masalat e taleem, Bait ul Hikmat, Karachi, 1995, p:20

9 النجم (30): 29، 30

Al-Najm, (30) 29, 30

10 مولانا ادریس کاندھلوی، احسن التفہیم لمسئلۃ التعلیم، بیت الحکمت، کراچی، 1995ء، ص4

Mawlana Muhammad Idrees, Ahsan ul Tafheem li masalat e taleem, Bait ul Hikmat, Karachi, 1995, p:4

[11]ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ، محاضراتِ تعلیم، زوار اکیڈمی، ناظم آباد، کراچی، ط:3، 2016م، ص218

Dr. Mahmood Ahmad Ghazi, Muhadarat e Taleem, Zawwar academy, Nazim Abad, Karachi, 2016, p:218

[12] أبو يعلى أحمد بن علي (المتوفى: 307هـ)، **مسند أبي يعلى** الموصلي، دار المأمون للتراث، دمشق، ط:1، 1404هـ، مسند أنس بن مالك، حديث: 2837، 5/ 223

Abu Yala Ahmad bin Ali, Musnad Abi Yala Al-Mosuli, Dar ul mamoon lit turath, Damascus, 1401AH, Musand e Anas bin Malik, 5: 223

[13] الحصكفى، محمد علاءالدين بن على، الدر المختار، دار الفكر، بيروت، ط:2، 1412هـ، 1/ 42، 47

Al-Haskafi, Muhammad Alauddin bin Ali, Al-Dur rul Mukhtar, Dar ul fikar, Beirut, 1412AH, 1:42, 47

[14]ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ، محاضراتِ تعلیم، زوار اکیڈمی، ناظم آباد، کراچی، ط:3، 2016م، ص218

Dr. Mahmood Ahmad Ghazi, Muhadarat e Taleem, Zawwar academy, Nazim Abad, Karachi, 2016, p:218

[15]امام غزالیؒ کا نقطہ نظر تفصیل سے جاننے کے لئے ملاحظہ ہو:

إحياء علوم الدين، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ)، دار المعرفة، بيروت، ج:1، ص13 تا 21

Al-Ghazali, Abu Hamid, Muhammad bin Ahmad, Ihaya e Uloom ud din, Noorani Kutub khana, Peshawar, 1991, 1:41

[16]الجمعة(62) : 2

Al-Juma, 62: 2

[17]دیکھئے: البقرة (2) : 13

Al-Baqarah, 2: 13

[18] البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي، السنن الكبرى، مجلس دائرة المعارف النظامية، الهند، ط:1، 1344هـ، باب بيان مكارم الأخلاق ومعاليها، حديث: 21301، 191/10

Al-Bayhaqi, Abu Bakr, Ahmad bin Al-Husain, Al-Sunan ul kubrah, Majlis Dairat ul Maarif al-Nizamiyah, Hind, 1344AH, Hadith no: 21301, 10: 191

[19]البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله الجعفي، صحيح البخاري، دار ابن كثير، بيروت، ط:3، 1407هـ، کتاب المناقب، باب صفة النبي صلى الله عليه و سلم حديث:3366، 1305/3

Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih al-Bukhari, Dar Ibn e Kaseer, Beirut, 1407AH, Hadith no: 3366, 3:1305

[20] البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي (المتوفى: 458هـ)، شعب الإيمان، مكتبة الرشد ، الرياض، ط:1، 1423 هـ، باب حسن الخلق، حديث:8299 137/11

Al-Bayhaqi, Abu Bakr, Ahmad bin Al-Husain, Shuab ul Iman, Maktaba al-Rushd, Riyadh, 1423AH, Hadith no: 8299, 11: 137

[21] ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ، محاضراتِ تعلیم، زوار اکیڈمی، ناظم آباد، کراچی، ط:3، 2016م، ص214

Dr. Mahmood Ahmad Ghazi, Muhadarat e Taleem, Zawwar academy, Nazim Abad, Karachi, 2016, p:214

[22] مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، نظامِ تعلیم، مغربی رجحانات اور اس میں تبدیلی کی ضرورت، سید احمد شہیدؒ اکیڈمی، رائے بریلی، ط:1، 1433ھ، ص79

Mawlana Abul Hasan Ali Nadvi, Nizam e taleem, maghribi rujhanat aur is me tabdili ki zaroorat, Sayed Ahmad Shaheed academy, RaeBareli, 1433 AH, p: 79

[23] ابن خزيمة، أبو بكر محمد بن إسحاق، (المتوفى: 311هـ)، صحيح ابن خزيمة، تحقيق: محمد مصطفى الأعظمي، المكتب الإسلامي، بيروت، كتاب الصيام، حديث: 2095، 290/3

Ibn e Khuzaimah, Abu Bakr Muhammad bin Ishaq, Saha ibn e Khauzaimah, Al-Makta al-Islami, Beirut, Chapter of Siyam, Hadith no: 2095, 3: 290

[24] مفتی محمد رفیع عثمانی، اصلاحی تقریریں، بیت العلوم، انار کلی، لاہور، ج:9، ص:107، 108

Mufti Muhammad Rafi Usmani, Islahi Taqriren, Beit ul Uloom, Lahoer, 6: 107,108

[25] أبو داود سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، دار الكتاب العربي، بيروت، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، حديث: 4033، 4/ 78

Abu Dawood Suleiman bin Ashath, Sunan e Abi Dawood, Dar ul kitab al-Arabi, Chapter of Libas, Hadith: 4033, 4: 78

[26] أبو داود سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، دار الكتاب العربي، بيروت، س ن، باب في العمائم، حديث: 4080، 95/4

Abu Dawood Suleiman bin Ashath, Sunan e Abi Dawood, Dar ul kitab al-Arabi, Hadith: 4080, 4: 95

[27] مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور ہماری زندگی، ادارہ اسلامیات، انار کلی، لاہور، ط:1، 1431ھ، 134/7

Mufti Muhammad Taqi Usmani, Islam aur Hamarin zindagi, Idara e Islamiyat, Lahore, 1431AH, 7: 134

[28] ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ، محاضراتِ تعلیم، زوار اکیڈمی، ناظم آباد، کراچی، ط:3، 2016م، ص210

Dr. Mahmood Ahmad Ghazi, Muhadarat e Taleem, Zawwar academy, Nazim Abad, Karachi, 2016, p:210

[29] دیکھئے: الحجرات(49)، 10

Al-Hujurat, 49: 10

[30] الحميدي، محمد بن فتوح، الجمع بين الصحيحين، دار ابن حزم، بيروت، ط:2، 1423هـ، المتفق عليه من مسند النعمان بن بشير رضي الله عنه، رقم: 806، ج:1، ص:309

Al-Humeidi, Muhammad bin Fatooh, Al-Jam bein al-Sahihein, Dar ibn e Hazam, Beirut, 1423AH, hadith no: 806, 1: 309

[31] مواخات نبوی کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الرحیق المختوم، مولانا صفی الرحمٰن مبارکفوری، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، س ن، ص255-257

Al-Rahiq ul Makhtoom, Safiur Rahman Mubarakpoori, AL-Maktaba al-Salfiyah, Lahore, p: 255, 257

[32] بخاری محمد بن إسماعيل صحيح البخاري، دار ابن كثير، اليمامة-بيروت، ط:2، 1407هـ، أبواب فضائل المدينة، حديث:1790، 667/2

Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih al-Bukhari, Dar Ibn e Kaseer, Beirut, 1407AH, Hadith no: 1790, 2:667

[33] النسائي، أحمد بن شعيب، (المتوفى: 303هـ)، السنن الكبرى، مؤسسة الرسالة، بيروت، ط:1، 1421هـ، كتاب عشرة النساء، حديث: 8890، 176/8-

Al-Nasai Ahmad bin Shuaib, Al-Sunan al-Kubra, Mussasa al-Risalah, Beirut, 1421AH, Hadith no: 8890, 8: 176

[34] محمد بن عبدوس، الجهشياري، الوزراء والكتاب، مطبعه مصطفى البابي الحلبي، قاہرہ، 1938م، ص12-

Muhammad bin Abdoos, Al-Jahamshiari, Al-Wozara o al-Kuttab, Mustafa al-Babi, Halabi, Qahira, 1938, p:12

[35] ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر، (م 774ھ)، البدایہ والنہایہ، مطبعة السعادة، مصر، 1351ھ، 389/5-

Ibn e Kathir, Imad ud din Ismail bin Umar, Al-Bidayah wal Nihayah, Egypt, 1351AH, 5: 389

[36] الأنفال: 60-

Al-Anfal, 60

[37] مولانا ادریس کاندھلویؒ، **تفسیر معارف القرآن** ، سندھ، مکتبۃ المعارف شہداد پور، 1422ھ، ج:3، ص:351

Maolana Idrees Kandehlavi, Tafseer Maarif ul Quran, Sindh, Maktaba al-Maarif, Shehdad poor, 1422AH, 3:351

[38] ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ، محاضراتِ تعلیم، زوار اکیڈمی، ناظم آباد، کراچی، ط:3، 2016م، ص171

Dr. Mahmood Ahmad Ghazi, Muhadarat e Taleem, Zawwar academy, Nazim Abad, Karachi, 2016, p:210

[39] نفسِ مصدر، ص218

Ibid, p: 218